پیر سید امام شاہ بخاری کا تفسیری منہج

Pīr Sayyad Imām Shāh Bukhārī approach to interpret The Qur'ān

*حافظ خورشید احمد

**ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان

Abstract

In to make the people obey orders and instructions of Allah Almighty, all the holy prophets in their respective ages have been enlightening the people with the light of their wisdom and reason. In every age the torch bearers of justice, reformers of nations and holy saints have faced the evil forces with great courage devotion, sincerity and resolution in order to preach and spread the religion of islam.

These reformers and holy saints the sea of knowledge Ḥaḍrat Maulānā Pīr Sayyed Imām Shah Bukhārī (r.a). He was one of the dearest devotees of the first vice Chancellor of the Islamia University Bahawalpur, Ḥaḍrat 'Allāmah Maulānā Ghulām Muḥammad Ghotvī (r.a). He devoted all his lif for sacred profession teaching and keeps performing his duties of teaching all branches of knowledge and reforming of soul with great devotion and sincerity. From all his manuscripts on the topic of interpretation of Holy Qur'ān, this essay is prepared. Besides this I received many of his writings of different disciplines of which six to seven are such reseach of Ph.D. level can be made. Thus, I have included Surah Fateḥah and first two Rukohs of surah Baqrah in this essay and just quoted a few interpretatory writings. In this essay and just quoted a few interpretatory writings. Before starting research of this topic, I would like to give short introduction of his biography.

Keywords: Pīr Sayyed Imām Shah Bukhārī, Interpration of Holy Qur'ān

تمام قسم کی تعریفیں اللہ رب العزت جل مجدہ کے لیے ہیں جو تمام عالمین کا پروردگار ہے۔اور مالک وخالق کائنات جل مجدہ نے بنی نوع انسان کی ابدی رہبری ورہنمائی اور ہدایت کے لیے واضح، جامع، نافع اور لاریب کتاب قرآنِ مقدس کو تدریجاً تدریجاً نازل فرمایا۔ پس قرآنِ کریم فلاحِ دارین کا ضامن، حقائق ومعارف اور علوم وفنون کا عظیم اور نا ختم ہونے والا خزانہ، دستورِ

* پی ایچ۔ڈی ریسرچ سکالر شعبہ اسلامک کلچر سندھ یونیورسٹی جامشورو۔

** ڈین شعبہ اسلامک کلچر سندھ یونیورسٹی جامشورو۔

حیات، کتابِ ہدایت، خیر وفلاح کا سرچشمہ، حقیقت کی آئینہ دار ہے، جو انفرادی واجتماعی مسائل ومعاملات کے حل کے لیے مستقل ودائمی رہبری ورہنمائی مہیا کرتا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر دورِ حاضر تک محسنینِ اسلام، علمائے حق، صلحائے امت وملت، مفسرین ومحدثین اور فقہائے کرام اور عرفا وکاملین کا محبوب مشغلہ قرآنِ کریم کی تدریس، تبلیغ اور نشر واشاعت رہا ہے۔ مذہبِ اسلام کے اِن عظیم سپوتوں نے ایمانی ذوق وشوق، عرق ریزی، ہمت وثابت قدمی، لیاقت وقابلیت، استطاعت واستقامت اور خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ملتِ اسلامیہ کے لیے قرآنی علوم وفنون کے ہیرے جواہرات پیش کرتے رہے اور انفرادی واجتماعی مسائل ومعاملات کی گتھیاں سلجھانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔

مفسرین، محدثین، محققین، مدققین اور فقہائے کرام علیہم الرحمۃ میں سے کسی نے لغت، کسی نے حروف، کلمات وآیات، کسی نے فصاحت وبلاغت، کسی نے صرف ونحو، کسی نے اسما وافعال، کسی نے حقیقت ومجاز، کسی نے سیاق وسباق، کسی نے معانی ومطالب کی مفاہیم وتکرار، کسی نے اعجاز واعزاز اور کسی نے اس کے فیوض وبرکات کو موضوعِ سخن بنایا۔ پس بسیار سعی وکوشش کے باوجود اس لاریب کتاب کی کماحقہ معرفت کا حق ادا نہیں ہو سکا اور یہی قرآنِ مقدس کا اعجاز واعزاز ہے کہ یہ جملہ علوم وفنون اور حقائق ومعارف کا ایسا عظیم خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

امام الواصلین حضرت علامہ مولانا مفتی پیر سید امام شاہ صاحب بخاریؒ انھی علمائے حق وصلحائے ملت سے تھے جنھوں نے اپنی پوری پوری زندگی درس وتدریس اور مخلوقِ خدا کی رہبری ورہنمائی میں صرف فرمائی۔ آپؒ نے بھی سلف صالحین کی طرز پر مروّجہ نصابی وغیر نصابی کتب کی تفسیر وتشریح کی ہے اور آپ کے قلمی نسخہ جات (غیر مطبوعہ) جو درسی وغیر درسی کتب پر ہیں، وہ آپ کی اولاد کے پاس کتابی شکل میں موجود ہیں اور کچھ آپ کے تلامذہ کے پاس ہیں جو سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہیں جن کی طباعت واشاعت کا اہتمام نہیں ہو سکا۔

آپؒ نے متعدد قرآنی آیات اور چند سورتوں کی تفسیر وتشریح اپنی قابلیت ولیاقت، علمی استعداد واستطاعت اور خداداد صلاحیت سے مختلف علوم وفنون کو مدنظر رکھتے ہوئے کی ہے۔ الحمد للہ آپؒ کے قلمی نسخہ جات مجھے آپؒ کی حسبی ونسبی اولاد سے بالمشافہ موصول ہوئے ہیں اور آپؒ نے جتنی قرآنی آیات اور سورتوں کی تفسیر وتشریح کی ہے ان کی تفصیل مضمون کے آخر میں شامل کی ہے اور اس مضمون میں ان میں سے چند آیات کی تفسیر وتشریح بطور نمونہ شامل کی ہے۔

امام شاہ بخاری: مختصر سوانح حیات

آپ ؒ کا اسمِ گرامی سید امام شاہ بن سید حامد شاہ حسینی بخاریؒ، کنیت ابو محمد اور تخلص امام الواصلین ہے۔ آپ ۸ محرم الحرام بروز منگل ۱۳۱۲ھ بمطابق ۱۸۹۲ء کو لودھراں شہر سے تقریباً ۱۸ کلو میٹر مغرب کی جانب بمقام چاہ نائی والا موضع گوگڑاں، تحصیل لودھراں ضلع ملتان (حال ضلع لودھراں) میں پیدا ہوئے۔[1]

ابتدائی تعلیم

آپ ؒ نے ابتدائی تعلیم (ناظرہ قرآن پاک اور فارسی کی ابتدائی کتب) گھر میں اپنی والدہ ماجدہؒ سے حاصل کی، آٹھ سال کی عمر میں گورنمنٹ پرائمری سکول موضع گوگڑاں سے پانچویں جماعت کا امتحان پہلی پوزیشن میں پاس کیا، بعد ازاں صرف و نحو اور دیگر ابتدائی درسی کتب سے شرح جامی، شرح وقایہ، نور الانوار اور شرح عقائد تک شیخ العلما حضرت مولانا محمد جامی صاحبؒ سے پڑھتے رہے۔ پھر قریبی علاقے واہی علی ارائیں کے مدرسہ معین الاسلام میں داخلہ لیا اور یہاں درسِ نظامی تک جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا محمد امیر دامانی صاحبؒ سے تعلیم حاصل کی۔

بعد ازاں بہاولپور کے معروف مدرسہ دینیات (جو بعد میں جامعہ عباسیہ پھر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور بنا) میں داخلہ لیا اور یہاں وقت کے جید و فاضل اور یگانہ روزگار اساتذہ کرام علیہم الرحمۃ سے کسب فیض کیا۔ تکمیلِ تعلیم اور دورہ حدیث شریف کے لیے علامۃ الدہر شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی صاحب (المعروف محدث گھوٹویؒ) کی خدمت میں بستی گھوٹہ (مضافات ملتان) میں حاضر ہوئے اور تکمیل کی۔[2]

درس و تدریس

تکمیل تعلیم کے بعد مدرسہ معین الاسلام میں پڑھانا شروع کیا اور ابتدائی پانچ سال معقول وظیفہ لیا پھر اپنی ہی بستی میں مدرسہ خدمت الاسلام کی بنیاد رکھی جس میں تاحیات فی سبیل اللہ درس و تدریس، تعلیم و تعلم اور مخلوقِ خدا کی خدمت میں مصروف رہے اور یہ مدرسہ تادمِ تحریر قائم و دائم ہے اور علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت میں مصروفِ عمل ہے۔

---

1 مہروی، ظفر علی، **حیات الواصلین** (لودھراں: جامعہ غوثیہ مہریہ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء)، ص ۱۷۔

2 ریحان فاروق نیر، ''پیر امین الحسنات شاہ''، ماہنامہ ضیائے حرم، اپریل ۱۹۹۴ء، ص ۸۶۔

پیر سید امام شاہ ابتدائی قاعدے سے لے کر بخاری شریف تک تمام چھوٹی بڑی درسی وادبی کتب خود پڑھاتے تھے، آپؒ تمام معقول و منقول علوم وفنون پڑھانے پر مہارتِ تامہ رکھتے تھے اور آپؒ کے استادِ کبیر مولانا غلام محمد گھوٹویؒ ریاضی، ہندسہ، وراثت اور فلکیات کے طلبا آپ کے پاس بھیجتے تھے۔

پیر سید امام شاہ تقریباً ۵۸ برس تک درس وتدریس اور دینِ اسلام و مخلوقِ خدا کی خدمت کرتے رہے اور جید علماو فضلا آپؒ سے مستفیض ہوتے رہے۔ آپؒ کا طرہ امتیاز تھا کہ جملہ علوم وفنون کی تدریس فاضلانہ اور سہل انداز میں کرتے کہ کند ذہن طالبعلم بھی اسباق اچھی طرح ذہن نشین کر لیتے۔

آپؒ عربی، فارسی، اردو، سرائیکی میں کمال مہارت رکھتے تھے۔[3] آپؒ نے تدریس کے ساتھ ساتھ متفرق مسائل پر ہزاروں کی تعداد میں فتاویٰ جات تحریر کیے (شومئ قسمت کہ آپ کے اکثر فتاویٰ و دیگر تحریرات جمع ومحفوظ نہ کیے جاسکے) اور آپؒ کسی ایک فریق کے سوال پر فتویٰ نہیں دیتے تھے، بلکہ فریقین کو بلاتے، دونوں کا نقطہ نظر سنتے پھر فیصلہ یا فتویٰ دیتے جس سے فریقین مطمئن ہو جاتے۔ اُس وقت کی علاقائی، ضلعی اور ڈویژن سطح کی عدالتیں بھی آپؒ کے فتویٰ پر فیصلے سناتی تھیں۔[4]

بیعتِ طریقت

پیر سید امام شاہ اعلیٰ حسب ونسب اور گھر کے دینی ومذہبی ماحول کی بدولت شروع ہی سے ذکر اللہ کی طرف مائل تھے، دورانِ تعلیم ہی قطب الاقطاب، مجددِ کامل، نجیب الطرفین سیدنا حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر پاکپتن شریف میں عرس کے موقع پر بیعتِ طریقت سے مشرف ہوئے اور حضرت مجددِ کاملؒ نے آپ کو سلسلہ قادریہ چشتیہ نظامیہ میں اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ آپؒ کا سلسلہ بیعت وسندِ حدیث متصل ہے، آپؒ نے ظاہری علوم وفنون کی تدریس کے ساتھ ساتھ باطنی علوم وفیوض سے بھی ہزاروں انسانوں کی ظاہری و باطنی تعلیم وتربیت فرمائی۔[5]

آپؒ اطاعتِ رسول ﷺ کو سرمایۂ حیات اور فلاحِ دارین کے لیے بنیاد اور اساس کا نہ صرف عقیدہ رکھتے بلکہ اس پر مکمل عامل اور پابند تھے۔ ارکانِ اسلام وایمان پر خود پابندی سے عمل کرتے، حتیٰ کہ مستحب تک ترک نہ کرتے اور اپنے معتقدین، محبین اور تلامذہ ومریدین کو بھی ان پر پابندی کرنے کا حکم فرماتے تھے، آپؒ مجتہدانہ صلاحیتیں رکھنے کے باوجود اسلاف کے نقشِ قدم

---

3 مہروی، محمد قاسم علی، **حیات حضرت حافظ پیر سید قمر الدین شاہ**، (لودھراں: آستانہ عالیہ مہر آباد شریف، ۲۰۰۹ء)، ص ۲۸۔

4 عمر کمال، **فقہائے ملتان**، (ملتان: کتب خانہ مجیدیہ، ۱۹۸۸ء)، ص ۸۸۔

5 فیض، فیض احمد، **سوانح حیات حضرت گولڑوی**، (اسلام آباد: گولڑہ شریف، س ن)، ص ۲۹۶۔

پر چلنے کو امت وملتِ اسلامیہ، نیز قوم وملک کے لیے سعادت تصور کرتے تھے۔[6] آپ ممتاز مفکرِ اسلام تھے جو اپنی راست بازی وپاکبازی اور دینی امور میں اعتدال پسندی اور غیر جانبدارانہ نظریات کے باعث اعلیٰ مقام ومرتبہ رکھتے تھے۔ سادگی، منکسر المزاجی، خلوص وہمدردی، للّٰہیت وتقویٰ اور مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ تھے، پس یہی وجہ تھی کہ اطرف واکناف، اور دور دراز کے علاقوں سے ہزاروں انسان مسائل شرعیہ، دعائے خیر وبرکت اور انفرادی واجتماعی اور ذاتی معاملات ومسائل کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

آپ کے معمولات میں شب بیداری، تہجد، تسبیح وتحلیل، تلاوت قرآن پاک، سلسلہ عالیہ کے اوراد ووظائف اور نماز چاشت کے بعد مسجد سے باہر آنا اور زائرین ومریدین سے ملاقات، پھر طلبا کو اسباق پڑھانے میں مصروف ہوجانا مستقل رہا، شریعتِ محمدیہ کی اتباع اس حد تک کہ ہر سنت پر عمل کرنا اپنے اوپر لازم کررکھا تھا۔ آپ نے اپنے صاحبزادوں سمیت پوتوں تک سب کو زیورِ علم سے خود آراستہ کیا اور یہ سلسلہ درس وتدریس اور خدمتِ خلق آپ کے پڑپوتوں تک جاری وساری ہے۔ بہرحال آپ نے جو علم وعرفان کا درخت تیار کیا اس سے حصول علم وفیوض کا سلسلہ جاری ہے۔

وفات

بالآخر ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ، بمطابق ۱۹۷۲ء کو آسمان علم وعمل اور ولایت کا آفتاب اپنی آبائی بستی میں غروب ہوگیا اور اپنے ہی قائم کردہ مسجد ومدرسہ کے جنوب میں ابدی نیند میں محوِ خواب ہے۔ اللہ رب العزت آپ کی تربت پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے، آمین۔

آپ کے تحریر شدہ تفسیری قلمی نسخہ جات سے چند آیات کی تفسیر بطور نمونہ شامل کرتا ہوں۔ سب سے پہلے آپ نے سورۃ فاتحہ کے تعارف وفضیلت پر حضور ﷺ کی کئی احادیث تحریر کی ہیں، ان میں سے صرف ایک حدیث درج کرتا ہوں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”الحمد للہ، اُم الکتاب، اُم القرآن اور سبعِ مثانی ہے“۔[7]

مدح، حمد اور شکر میں فرق اور نسبت

فاضل مصنف الحمد للہ کی تفسیر میں حمد، مدح اور شکر میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حمد، یہ ثنا ہے اختیاری خوبی پر، نعمت مقابلہ میں ہو یا نہ ہو اور مدح بھی ثنا ہے، مگر اس کا اطلاق مطلق خوبی پر ہوتا ہے، خواہ خوبی اختیاری ہو یا بے اختیاری، پس حمدت زیداً علیٰ علمه وکرمه کہہ سکتے ہیں، کیوں کہ علم اور سخاوت فعل اختیاری ہے اور حمدت زیداً علیٰ حسنه نہیں کہہ

---

6 پیر محمد چشتی، **ماہنامہ آوازِ حق**، شمارہ ۱۱۶، ستمبر ۲۰۱۲ء، ص ۲۰۔

7 الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، **السنن** (ملتان: مکتبہ نشر السنۃ)، ۲: ۳۲۱۔

سکتے، کیوں کہ حسن فعل اختیاری نہیں ہے، بلکہ مدحتہ علیٰ حسنہ کہیں گے۔ شکر بھی ثنا ہے، مگر یہ صرف نعمت کے مقابلے پر بولا جاتا ہے، اس کی ادائیگی زبان سے ہو یا عمل سے ہو یا دل سے ہو۔[8] اِن میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ پس متعلق کے اعتبار سے حمد اور مدح عام ہیں اور شکر خاص، کیوں کہ یہ نعمت کے مقابلے میں ہوتا ہے اور مورد کے اعتبار سے شکر عام ہے اور حمد و مدح خاص ہیں، اس لیے کہ وہ فقط زبان سے ہوتی ہے۔[9]

مدح زندہ اور غیر زندہ دونوں کو شامل ہے، جیسے کہتے ہیں: فلاں باغ کیا ہی اچھا ہے اور موتی کیا خوب ہے یا فلاں کی آنکھیں کیا اچھی ہیں اور فلاں شخص بڑا نیک بخت ہے اور حمد فقط زندہ کی ہوتی ہے۔ مدح کبھی احسان سے پہلے ہوتی ہے اور کبھی بعدِ احسان، جب کہ حمد احسان کے بعد ہوتی ہے اور بے جا مدح ممنوع ہے اور حمد ہر طرح درست بلکہ مستحب ہے۔

جاننا چاہیے کہ حمد اور مدح میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ حمد اُس کو کہتے ہیں کہ محمود میں جو صفات واقعی ہوں اُن کا بیان کرے اور مدح میں یہ قید نہیں، اگر واقعی صفتوں سے زیادہ تعریف کرے اس کو مدح کہتے ہیں حمد نہیں، اس واسطے حمد ہمیشہ درست اور جائز ہوتی ہے اور مدح جس صورت میں خلاف ہو، ناجائز ہوتی ہے۔ شکر بھیجی ہوئی نعمت کے عوض میں ہوتا ہے، بدونِ نعمت کے نہیں ہوتا اور حمد بھیجی ہوئی اور غیر بھیجی ہوئی نعمت دونوں پر ہوتی ہے۔[10]

اللہ تعالیٰ مستوجبِ حمد ہر حال میں ہے، قطع نظر وصولِ نعمت کے، سو اس واسطے حمد کو مدح اور شکر کے اوپر اختیار فرمایا اور المدح للہ والشکر للہ نہ فرمایا۔ اگر کوئی کہے کہ یہ سورت تو بندے کو تعلیم فرمائی، یوں فرمایا ہوتا: احمد اللہ یعنی میں اللہ کی حمد کرتا ہوں، یہ اس لیے نہیں کہا کہ اس میں دعویٰ ہوتا ہے کہ میں حمد کرتا ہوں، حالانکہ تمام مخلوق عاجز ہے اِس سے کہ حمد کرے اُس خالق کل کی، پھر بشر عاجز کا کیا مقدور ہے کہ حمد خداوند کی بجالائے، اس واسطے یوں نہ فرمایا تاکہ بندہ پوچھنے کے وقت قیامت کے دن شرمندہ نہ ہووے، پس معنی الحمد للہ کے یہ ہوئے کہ تمام تعریف واسطے اللہ کے، بندے (عاجز) سے وہ تعریف ہو سکے یا نہ ہو سکے، لیکن سب اس کے واسطے ہے۔[11]

---

8 بیضاوی، ناصر الدین عبد اللہ بن عمر، **تفسیر بیضاوی**، (کراچی: دار الاشاعت اردو بازار، س ن)، ۱:۹۔

9 افریقی، علامہ ابن منظور، **لسان العرب**، (ایران: مکتبۃ نشر ادب الحوزۃ قم، ۱۴۰۵ھ)، ۳:۱۵۵۔

10 دہلوی، عبد العزیز، شاہ، **تفسیر عزیزی**، مترجم مولوی محمد اکرام الدین، (کانپور: کشمیری تاجران الہ آباد، ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء)، ص ۵-۹۔

11 ایضاً۔

فاضل مصنف اپنی تفسیر میں قاری کی دلچسپی برقرار رکھنے کے لیے خود ہی سوال کرتے ہیں اور پھر اُس کا جواب دیتے ہیں، مثلاً رَبِّ العالمین کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ رب کا لغوی معنی: تربیت کرنا اور تربیت کا معنی یہ ہے کہ شئ کو آہستہ آہستہ اُس کے کمال تک پہنچانا ہے۔[12]

سوال: رب کا لغوی معنی ہے: تربیت کرنا اور یہ مصدری معنی ہے تو یہ اسم فاعل میں کیسے پایا جاتا ہے؟

جواب: مصدر یا تو مبنی للفاعل ہوتا ہے یا مبنی للمفعول ہوتا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تربیت کمال حد تک کرتا ہے، اسی وجہ سے مبالغۃً اللہ تعالیٰ کو اس سے موصوف کیا گیا ہے۔ جیسے: زیدٌ عادلٌ سے مبالغۃً زید عدلٌ کہا جاتا ہے اور زید صائم سے زید صوم کہا جاتا ہے، بعض نے کہا ہے کہ ربّ یربّ سے صفت ہے، پھر مجازاً مالک کو بھی کہا جاتا ہے، کیوں کہ مالک بھی اپنی مملوک کی حفاظت کرتا ہے۔[13]

العالمین: العالم اُس چیز کے لیے اسم ہے جس سے کسی چیز کا جانا جائے، جیسے خاتم اُس چیز کا اسم ہے جس سے مہر لگائی جاتی ہے، پھر عالم ہر اُس چیز کو کہا جانے لگا جس سے صانع کا علم آجائے، خواہ وہ چیز جواہر میں سے ہو یا اعراض میں سے۔ رب العالمین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عالم میں مختلف اجناس ہیں، اس لیے جمع کا صیغہ عالمین لاتے ہیں۔[14]

حضرت امام الواصلینؒ نے إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ میں عبادت اور استعانت کی وضاحت کچھ اس طرح کی کہ عبادت کا معنی انتہا درجے کی عاجزی اور تذلل ہے۔ اسی وجہ سے یہ محاورہ ہے: طریق معبّد أی مذلّل یعنی ایسا راستہ جس پر آمد و رفت بہت ہو، یہی وجہ ہے کہ شرعاً و عقلاً ماسوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے لیے بھی عبادت جائز نہیں، کیوں کہ ہماری انتہائی عاجزی کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لیے وہ وجود و حیات کی عظیم نعمتوں کا والی ہے، غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہونے کی وجہ بھی یہی ہے، کیوں کہ انسان اپنے جسم کے عظیم جز یعنی پیشانی (اھون الاشیا) کو مٹی پر رکھ دیتا ہے تو یہ عاجزی کی انتہا اور عبادت کی روح ہے۔

استعانت کا معنی طلبِ معونت ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ استعانتِ ضروریہ، ۲۔ استعانت غیر ضروریہ

استعانت ضروریہ

استعانتِ ضروریہ یہ ہے کہ جس کے بغیر فعل پایا ہی نہ جائے، اس میں چار چیزیں ہیں جن کو علل اربع بھی کہا جاتا ہے۔ ۱۔ علتِ فاعلی، یعنی فاعل کو فعل پر قدرت، ۲۔ علتِ صوری، یعنی اس فعل کا علم۔ ۳۔ آلے کا حصول، اگر فعل آلہ ہے تو۔

12 اصفہانی، حسین بن راغب، **المفردات**، (کراچی: سعید ایچ ایم کمپنی، س ن)، ص ۳۳۶۔

13 پانی پتی، محمد ثناء اللہ، قاضی، **تفسیر مظہری**، مترجم سید عبدالدائم، (کراچی: سعید ایچ ایم کمپنی، ۱۹۸۰ء)، ۱:۱-۶۰۔

14 اصفہانی، حسین بن راغب، **المفردات**، ۲: ۵۸۱۔

۴۔مادے کا حصول، جس میں فعل اثر پذیر ہو۔اِن تمام اشیا کے جمع ہو جانے پر آدمی کو استطاعت سے موصوف کیا جاتا ہے اور اس کو مکلف بنایا جانا صحیح ہو جاتا ہے۔[15]

استعانت غیر ضروریہ

یہ ہے کہ ایسی چیزوں کا حاصل کرنا، جس کے بغیر فعل پایا جائے مگر فعل میں مشکل ہو اور اس کے ساتھ فعل میں سہولت اور آسانی پیدا ہو جائے، جیسے چلنے پر قدرت کے باوجود سواری کا میسر ہونا یا ایسی چیز کا حصول جو فاعل کو فعل کے قریب کر دے یا فعل پر ابھارے، اس پر تکلیف کا مدار نہیں ہے۔ پس آیت کا معنی ہو گا: تمام مہمات میں طلبِ معونت ہے، کیوں کہ مطلق ہے، یا عبادت کو قرینہ بنائیں تو معنی یہ ہو گا: ادائے عبادت میں طلب معونت۔ نعبد اور نستعین دونوں فعلوں میں نحن ضمیر جمع مذکر متکلم پوشیدہ ہے۔

اب دو صورتیں ہیں: اگر پڑھنے والا امام ہے تو ضمیر نحن میں قاری، فرشتے اور حاضرین جماعت مراد ہے۔ اگر پڑھنے والا اکیلا ہے تو اس میں قاری اور تمام مؤمنین مراد ہیں، گویا اس نے اپنی عبادت اور حاجت کو ان کی عبادت وحاجت میں شامل کیا ہے کہ شاید ان کی برکت سے قبولیت حاصل ہو۔[16]

پیر سید امام شاہ نے سورۃ البقرۃ کے شروع کی آیات سے الٓمٓ اور الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کی مختصر تفسیر و تشریح کچھ اس انداز سے کی ہے:

الٓمٓ: یہ حروف مقطعات ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے درمیان بھید و راز ہیں، جو حکمت اور مصلحت کے ظاہر نہیں کیے اور ان کے حقیقی معنیٰ تک کسی اور کی رسائی نہیں اور سلف صالحین میں سے کچھ مفسرین نے جو معنی کیے ہیں وہ صرف تمثیل، تنبیہ اور تسہیل کے لیے کیے ہیں۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ: متقی وہ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ یہاں سے مؤمنین کی صفات کا تذکرہ شروع ہوتا ہے، یعنی مؤمن وہ ہیں جو چیزیں ان کے عقل وحواس سے مخفی و پوشیدہ ہیں ان سب پر یقین صرف اِس وجہ سے رکھتے ہیں کہ اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان ہے اور اس بات پر جمہور کا اتفاق ہے کہ ان غائبانہ اُمور (جنت، دوزخ، فرشتے وغیرہ) کا منکر ہدایت سے محروم رہتا ہے۔[17]

15 عثمانی، محمد شفیع، **گلدستہ تفاسیر** بحوالہ معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ ادارۃ المعارف، ۱۳۹۷ھ)، ۱: ۲۵۔

16 جونپوری، علامہ احمد الشیخ، **نور الانوار**، (کراچی: مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی)، ص ۹۳۔

17 تھانویؒ، محمد اشرف علی، **گلدستہ تفاسیر** بحوالہ تفسیر بیان القرآن (لاہور: تاج کمپنی لمٹڈ، س ن)، ص ۳۔

وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ سے مراد نماز قائم کرتے ہیں۔

سوال: یہاں یؤدون الصلوۃ اوریقرؤن الصلوۃ آسکتا تھاتویُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ کیوں ذکر کیا گیا؟

جواب: مفسرین کرام علیہم الرحمۃ نے اپنی اپنی تفاسیر میں اس کے کئی نکات بیان فرمائے ہیں، پس جامع اور مختصر یہ ہے کہ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ یعنی نماز کو ہمیشہ بمعہ اس کے تمام ارکان، فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کے پڑھتے (ادا کرتے) ہیں۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ: اِس سے مراد جو کچھ بھی ہم نے ان کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں، پس اِس میں مال، اولاد، جان، ہنر مندی، ذہانت و حکمت، علم، صحت و عزت وغیرہ سب اِس میں شامل ہیں۔ پس پکا مؤمن تو تب بنے گا اور مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ کا صحیح عامل تو تب کہلائے گا جب وہ اپنے مال اور دیگر تمام اشیا کو اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق خرچ کرے گا، یعنی مال اللہ کی راستے میں خرچ کرے، زکوۃ دے، فقیروں و مسکینوں کی امداد کرے اور فضول خرچی سے پرہیز کرے۔ پس اِن تمام عطا کردہ اشیا کے صحیح مصرف پر پکا مسلمان بنتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اولاد بھی اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی عطا کی ہوئی نعمت ہے تو اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق تعلیم و تربیت کرنا بھی مؤمن کی نشانی ہے۔ اور اسی طرح جان و صحت بھی اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی نعمت ہے تو اس کا صحیح اسراف بھی مؤمن کی نشانی ہے، صحیح اسراف سے مراد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، فضول و بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرنا اور ضرورت پڑے تو اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر جان قربان کرنا (جہاد) یہ جان کا اسراف ہے۔[18]

مذکورہ آیتِ مبارکہ "الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ سے يُنْفِقُونَ" تک میں تین قسم کی عبادات (روحانی، جسمانی، مالی) کا ذکر ہوا ہے اور ان تمام قسم کی عبادات کا تعلق انسان سے ہے:

يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ: یعنی ایمان بالغیب لانا، اِس عبادت کا تعلق روحانی عبادات سے ہے۔

يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ: یعنی ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں، اِس عبادت کا تعلق جسمانی عبادات سے ہے۔

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ: ہم نے جو کچھ انھیں دیا خرچ کرتے ہیں، اِس عبادت کا تعلق مالی عبادات سے ہے۔

حضرت امام الواصلینؒ نے وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ میں لفظ یقین پر طلبا کے سوال کے جواب میں کچھ وضاحت اس طرح کی:

سوال: یہاں لفظ يُوْقِنُوْنَ کیوں مختص کیا گیا ہے، حالانکہ یسلمون اور یؤمنون بھی آسکتا تھا؟

جواب: لفظ یقین سے مراد مکمل یقین ہے اور یقین کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ حق الیقین، ۲۔ علم الیقین، ۳۔ عین الیقین۔ ادنیٰ درجے یقین کا عین الیقین ہے اور خدا پر علم اور بغیر عین کے یقین کے ساتھ ایمان لانا اعلیٰ درجے کا یقین ہے، دوسرا علم الیقین اور

---

18 عثمانی، شبیر احمد، **گلدستہ تفاسیر** بحوالہ تفسیر عثمانی (ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۱۳۶۹ھ)

تیسرا اور آخری درجہ عین الیقین کا ہے۔ تو لفظ یُوْقِنُوْنَ میں تینوں درجے شامل ہیں، یعنی مؤمن کی صفات میں سے یہ بھی ایک صفت ہے کہ وہ آخرت کے ساتھ مکمل اور پکا یقین رکھتا ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا: یعنی اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا کیا اور اُن کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار (اللہ سے ڈرنے والے) بن جاؤ۔ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا جس سے تمھارے لیے پھل نکالے، جنھیں تمھارے لیے رزق بنایا۔

سوال: اِس میں تو مسلمان، کفار، منافق سب لوگ شامل ہیں، کیوں کہ جس جگہ مسلمانوں کا ذکر خاص کیا گیا ہے تو وہاں مؤمنوں کا نام لیا گیا ہے، جیسے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمنُوا وغیرہ، علٰی ہذہ القیاس تو کیا یہاں کفار و منافقین کو بھی حکم دیا گیا ہے؟

جواب: عبادت میں تمام قسم کی عبادات مثلاً روحانی، جسمانی، مالی سب عبادات ہیں اور عبادات روحانی میں ایمان بالغیب اور عقائد وغیرہ سب شامل ہیں اور عبادات جسمانی میں نماز، روزہ، حج، سچ بولنا، جھوٹ سے بچنا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر وغیرہ سب شامل ہیں اور مالی عبادات میں زکوٰۃ، صدقات، عطیات وغیرہ سب شامل ہیں۔

پس اِس آیت میں عبادت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے رب کے سوا کسی کی پوجا، کسی کی عبادت، کسی کو خدا یا کسی کو زندگی و موت کا مالک نہ سمجھو، بلکہ اس خالق و مالک حقیقی رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے باپ دادا اور جتنے انسان تم سے پہلے گزر چکے ان کو پیدا کیا۔ بشارت اللہ یعنی مؤمنین کے لیے اللہ کی خوشخبری اور خوشخبری دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، بے شک ان کے لیے جنت (باغ) ہے، اس کے نیچے نہریں جاری ہیں، پس جب انھیں ان باغوں میں سے کوئی پھل کھانے کے لیے دیا جائے گا تو کہیں گے کہ یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے ملا تھا اور انھیں دیا جائے گا ملتا جلتا پھل اور ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ اُس جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

بشارت کی کئی قسمیں ہیں:

۱۔ بشارت اللہ: یعنی اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی طرف سے دی گئی خوشخبری۔

۲۔ بشارت الانسان: یعنی ہر خاص و عام انسان کی طرف سے دی گئی خوشخبری، اب بشارت اللہ میں شک و شبہ یا معاذ اللہ جھوٹ کا گمان تک نہیں ہوتا ہے اور بشارت دینے والا بھی اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کا پیغمبر سید الاولین والآخرین، امام الانبیا والمرسلین سیدنا و سندنا و شفیعنا حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ پس جو بشارت اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جائے وہ صحیح و مکمل اور ملنے والی ہوتی ہیں، لیکن جو بشارت الانسان یعنی انسانوں کی طرف سے دی جاتی ہے تو اس میں جھوٹ کا امکان بھی ہوتا ہے اور

خوشخبری سنانے والا آدمی بااعتماد نہیں ہوتا اور اس سے ملنے والی خوشخبری کے ملنے کے امکانات بھی بہت ہی کم، بلکہ نہیں ہوتے، یعنی انسان سے ملنے والی خوشخبری نہیں مل سکتی۔(19)

امام الواصلین حضرت مولانا مفتی پیر سید امام شاہ بخاریؒ نے قرآنِ مقدس کی مکمل تفسیر نہیں کی، مگر مذکورہ بالا تفسیری نوٹس کے علاوہ آپؒ کی تفسیری تحریرات جو موصول ہوئیں، میں صرف ان کے نام تحریر کرنے پر اکتفا کروں گا، نیز ان کے علاوہ درسی و غیر درسی مختلف علوم و فنون پر قلمی نسخہ جات موصول ہوئیں، جن پر تحقیقی کام جاری ہے۔

حضرت امام الواصلینؒ کے قلمی نسخہ جات کو بد قسمتی سے مکمل محفوظ نہیں کیا جا سکا، جس کا افسوس آپؒ کی حسبی و نسبی اولاد اور جملہ محبّین و معتقدین اور تلامذہ و مریدین کو ضرور رہے گا۔ موصول تفسیری نسخہ جات کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ سورۃ البقرۃ کے رکوع ۱۲، ۱۳ کی چند آیاتِ مبارکہ۔

۲۔ تفسیر سورۃ یٰسین للحمامی۔ آغاز ۱۹ شوال المکرم ۱۳۴۱ھ، اختتام ۲۸ شوال المکرم بروز خمیس بوقت نیمروز، یکم ہاڑ، ۱۹۷۰ء۔

۳۔ تفسیر سورۃ والضحیٰ۔ احدی عشر آیات، مکیہ وانا علی عزم ان اختم الیٰ تفسیر ھذہ السورۃ ما فیھا منا لطائف الترکیہ۔

۴۔ تفسیر سورہ کوثر۔ وقت ظہر، یوم الخمیس خامس شہر رمضان ۱۳۴۲ھ، ۲۹ چیت ۱۹۷۱ء۔

۵۔ مجموعہ تفسیر مختلف آیاتِ مبارکہ۔ بروز سہ شنبہ وقت عصر ۲۴ رمضان ۱۳۲۴ھ، ۱۸ ماہ بیساکھ ۱۹۷۱ء۔

۶۔ تفسیر آیۃ النور۔ ۲ ذی الحجہ یوم الاحد وقت ظہر ۱۳۴۲ھ۔

۷۔ تفسیر سورۃ القدر۔ ۷ ا ذوالحجہ بوقت چاشت بروز دوشنبہ ۱۳۴۲ھ، ۷ ساون ۱۹۷۱ء۔

۸۔ تفسیر سورۃ الاخلاص۔ یوم الجمعہ عاشر شعبان المعظم ۱۲۴۳ھ۔

۹۔ تفسیر سورۃ طٰہٰ۔

۱۰۔ سورۃ حج کی چند آیات کی تفسیر۔

نتائج و تجاویز

۱۔ کسی بھی شخصیت اور اس کی حیات و خدمات کی تحقیق کے لیے قلم اٹھانا بہت مشکل مرحلہ ہے، اگر تعریفی کلمات زیادہ ہو جائیں تو عقیدت مندی کی باتیں اور اگر کمی بیشی سے ذکر (اصلاحاً) کیا جائے تو گستاخی کے کلمات سننے پڑتے ہیں۔ پس اس

19 کاندھلوی، محمد ادریس، **گلدستہ تفاسیر** بحوالہ معارف القرآن (ملتان: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ)۔

لحاظ سے میری تحقیق کا موضوع نہایت اہم اور وسیع ہے اور میں نے کوشش کی ہے کہ امام الواصلین حضرت علامہ مولانا مفتی پیر سید امام شاہ بخاریؒ گولڑی کی حیات وخدمات کے اہم ادوار کا احاطہ کروں، خاص طور پر آپ کی تفسیری خدمات کو مدِّ نظر رکھا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ آپ کی دیگر علمی، روحانی، مذہبی اور ملی خدمات کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا تا کہ بعد میں آنے والے اہلِ علم وفضل اور تحقیق کار اس تحقیقی علمی مواد سے بھرپور استفادہ کرنے کی کوشش کر سکیں گے۔

۲۔ آپ کی تفسیری خدمات کی طباعت سے اہلِ علم کے ساتھ ساتھ عام مسلمان کو بھی قرآنِ مقدس کے سمجھنے میں آسانیاں میسر ہوں گی۔

۳۔ یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے کہ اپنی تعلیم وتربیت اور کامیابی کے خواہشمندوں کے لیے بڑی بڑی شخصیات کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیے، کیوں کہ ہر بڑے آدمی کی زندگی میں سیکھنے اور آگے بڑھنے کے لیے بہت کچھ ملتا ہے۔

۴۔ آپؒ پر تحقیقی کام کرنے سے حضرت امام الواصلینؒ کی بہت سی ظاہر وپوشیدہ خاصیتیں معلوم ہوں گی اور اس طرح ہم ایک طرف تو آپؒ کی شخصیتِ علمی کے مرتبے کا تعین کر سکیں گے اور دوسری طرف ان کے وسیع علم اور تجربے سے سیراب ہو سکیں گے۔

۵۔ آپؒ کی ہدایات وتعلیمات پر عمل کر کے وطنِ عزیز ملک پاکستان کو مستحکم ومضبوط اور معاشرے کو خوشحال بنایا جا سکتا ہے۔

۶۔ پس اس طرح ہم آپؒ کو عملاً خراجِ عقیدت وتحسین بھی پیش کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وحدیث کو سمجھنے، سمجھانے اور عمل کرنے، نیز علمائے حق وصلحائے ملت اور سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔آمین ثم آمین یارب العالمین